لینن

LENIN

مارکس ازم کے تین سرچشمے
اور تین اجزاے ترکیبی

Three Sources of Marxism

1913

تمام متمدن دنیا میں مارکس کی تعلیمات سے بورژوا علم (سرکاری بھی اور اعتدال پسند بھی) بھڑکتا ہے اور سخت عداوت رکھتا ہے۔اس کی نظر میں مارکس ازم کیا ہے، ایک ''مہلک فرقہ''۔اس کے سوا اور کسی قسم کے سلوک کی امید بھی نہیں کی جاسکتی کیونکہ ایسے سماج میں جس کی بنیاد طبقاتی جدوجہد پر ہو، غیر ''جانبدار'' سماجی سائنس کا پایا جانا ممکن نہیں ہے۔تمام سرکاری اور اعتدال پسند سائنس کسی نہ کسی طرح سے اجرتی غلامی کی وکالت کرتی ہے۔لیکن مارکس ازم نے تو اس غلامی کے خلاف بے رحم جنگ چھیڑ رکھی ہے۔اجرتی غلامی کے سماج میں سائنس سے یہ آس رکھنا کہ وہ غیر جانبداری برتے گی، بالکل ایسی ہی نادانی ہے جیسے کارخانہ دار سے اس سوال پر غیر جانبداری کی امید رکھنا کہ سرمائے کا منافع کم کر کے مزدوروں کی اجرت بڑھادی جائے۔

مگر بات صرف اسی قدر نہیں ہے۔فلسفہ کی تاریخ اور سماجی سائنس نہایت وضاحت کے ساتھ یہ جتاتی ہے کہ مارکس ازم میں ''تنگ نظری'' قسم کی کوئی چیز دور دور موجود نہیں ہے، اس معنی میں کہ وہ کوئی بندھا ٹکا اور جامد نظریہ ہو، ایسا نظریہ جو دنیا کے تمدن کے ارتقا کی شاہراہ سے الگ تھلگ ابھرا ہو۔اس کے برعکس مارکس کی بصیرت خاص طور پر اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ انہوں نے ان سوالوں کا جواب تیار کیا جو عالم انسانیت کے سب سے ممتاز دماغوں کی جانب سے اٹھائے گئے تھے۔مارکس کی تعلیمات فلسفے، سیاسی معاشیات (پولیٹیکل اکانومی) اور اشتراکیت (سوشلزم) کے سب سے بڑے نمائندوں کی تعلیمات کا براہ راست اور فوری تسلسل ہیں۔

مارکس کا نظریہ طاقتور ہے کیونکہ وہ سچا ہے۔یہ نظریہ مکمل اور مربوط ہے اور لوگوں کو ایک ایسا باضابطہ عالمی تصور مہیا کرتا ہے جو وہم پرستی، رجعت پرستی اور بورژوا زبردستی کی حمایت کی کسی شکل سے بھی میل نہیں کھا سکتا۔یہ نظریہ جائز وارث ہے ان بہترین خیالات کا جو بنی نوع انسان نے انیسویں صدی کے جرمن فلسفے، انگریزی سیاسی

معاشیات اور فرانسیسی اشتراکیت کی صورت میں میں تخلیق کیئے تھے۔

مارکس ازم کے ان تین سرچشموں اور اس کے تینوں اجزاے ترکیبی کے بارے میں ہم مختصر طور پر کچھ کہیں گے۔

1

مارکس ازم کا فلسفہ مادیت ہے۔ یورپ کی جدید تاریخ کے تمام ادوار میں اور خاص طور سے اٹھارویں صدی کے آخر میں فرانس میں، جہاں قرون وسطیٰ کی ہر قسم کی خرافات کے خلاف، اداروں اور خیالات میں جاگیرداری کے خلاف فیصلہ کن جنگ ہوئی، مادیت نے ثابت کر دیا کہ یہی ایک ایسا فلسفہ ہے جو مربوط اور بااصول ہے، جو طبعی سائنس کی تمام تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے اور وہم پرستی اور ریاکاری وغیرہ کا مخالف ہے۔ چنانچہ جمہوریت کے دشمنوں نے اپنا سارا زور اس پر صرف کر دیا کہ مادیت کی ''تردید کریں''، اس کی جڑ کھود ڈالیں اور اسے بدنام کر دیں۔ انہوں نے فلسفیانہ عینیت (Idaelism) کی مختلف شکلوں کی حمایت کی جو ہمیشہ کسی نہ کسی صورت میں مذہب کی تبلیغ یا اس کی تائید کو پہنچتی ہیں۔

مارکس اور اینگلز نے نہایت ثابت قدمی کے ساتھ فلسفیانہ مادیت کی مدافعت کی اور اس بنیاد سے انحراف اور گریز میں پوشیدہ سنگین غلط کاری کی بار بار وضاحت کی۔ مارکس اور اینگلز کی تصنیفات ''لڈوگ فائر باخ'' اور ''اینٹی ڈیورنگ'' میں موجود ہیں اور یہ دونوں کتابیں ''کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو'' کی طرح ہر ایک طبقاتی شعور رکھنے والے مزدور کے دم کے ساتھ ہیں۔

لیکن مارکس نے اٹھارویں صدی کی مادیت پر بس نہیں کی۔ انہوں نے فلسفے کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے فلسفے کو جرمن کلاسیکی فلسفے کی دریافتوں، خاص کر ہیگل کے نظام فکر سے مالا مال کیا جس نے خود فائر باخ کے نظریہ مادیت کو جنم دیا تھا۔ ان دریافتوں کا سب سے اہم پہلو ہے جدلیات یعنی ارتقا اور نشو ونما کا نظریہ نہایت مکمل اور سب سے گہری شکل میں، جو یک طرفہ پن سے پاک ہے، اس انسانی علم و آگاہی کی نسبت کا نظریہ جو ہمیشہ نشو ونما پاتے ہوئے مادے کی عکاسی کرتی ہے۔ باوجود یہ کہ بورژوا فلسفیوں کی تعلیمات ''نئی'' تراش خراش کے ساتھ پرانی اور فرسودہ عینیت کی طرف جاتی ہیں، طبعی سائنس کی تازہ دریافتوں یعنی ریڈیم، الیکٹرون اور اجزا کے قلب ماہیت نے مارکس کی جدلیاتی مادیت کی بہت نمایاں طور پر تصدیق کر دی ہے۔

مارکس نے فلسفیانہ مادیت کو گہرائی اور نشو ونما بخشتے ہوئے مکمل کیا اور فطرت کے متعلق اس کی معلومات کو انسانی سماج کے علم تک پھیلا دیا۔ مارکس کی تاریخی مادیت سائنسی فکر کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ تاریخ اور سیاست کے بارے میں مختلف خیالات کے اندر اس سے پیشتر افراتفری اور یک طرفہ فیصلوں کا جو بازار گرم تھا اس کی جگہ

نمایاں طور پر ایک مربوط اور ہموار سائنسی نظریہ نے لے لی جو ہمیں بتاتا ہے کہ پیداواری طاقتوں کی نشوونما کے نتیجے میں سماجی زندگی کے ایک ڈھانچے میں سے دوسرا زیادہ ترقی یافتہ ڈھانچہ کیونکر اُبھرتا ہے۔مثال کے طور پر کیونکر جاگیرداری میں سے سرمایہ داری نمودار ہوتی ہے۔

ٹھیک اسی طرح، جیسے انسان کا علم عالم فطرت (دوسرے لفظوں میں حرکت پذیر مادے) کا عکس ہے جو کہ انسان سے بے نیاز اپنا وجود رکھتا ہے، اسی طرح انسان کا سماجی علم (یعنی مختلف خیالات اور فلسفیانہ، مذہبی، سیاسی نظریے وغیرہ) سماج کے اقتصادی نظام کا عکس ہے۔سیاسی ادارے اقتصادی بنیاد پر بالائی ڈھانچے ہیں۔مثلاً ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ موجودہ یورپی ریاستوں کی مختلف شکلیں یہ خدمت انجام دیتی ہیں کہ پرولتاریہ پر بورژوازی کی حکمرانی کی قلعہ بندی کریں۔

مارکس کا فلسفہ مکمل فلسفیانہ مادیت ہے جس نے بنی نوع انسان کو اور خاص کر مزدور طبقے کو علم وخبر کا طاقت ور آلہ عطا کیا ہے۔

2

یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ معاشی نظام ہی وہ بنیاد ہے جس پر سیاسی عمارت کی اٹھان ہوتی ہے، مارکس نے اپنی بیشتر توجہ اس معاشی نظام کے مطالعے پر لگا دی۔مارکس کی خاص تصنیف ''سرمایہ'' موجودہ یعنی سرمایہ دار سماج کے معاشی نظام کے مطالعے کا حاصل پیش کرتی ہے۔

کلاسیکی سیاسی معاشیات مارکس سے پہلے انگلینڈ میں جو تمام سرمایہ دار ملکوں میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ تھا، تشکیل پا چکی تھی۔آدم اسمتھ اور ڈیوڈ ریکارڈو نے معاشی نظام میں چھان بین کر کے محنت کے نظریہ قدر (Value) کی بنیاد ڈال دی تھی۔مارکس نے ان کے کام کو جاری رکھا۔اس نظریے کو سختی سے ثابت کیا اور تسلسل اور ربط کے ساتھ آگے بڑھایا۔انہوں نے بتایا کہ ہر ایک مال کی قدر کا فیصلہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس مال کی پیداوار پر سماجی اعتبار سے ضروری محنت کا جو وقت لگتا ہے اس کی مقدار کتنی ہے۔

جہاں پر بورژوا ماہرین معاشیات نے وہ تعلق دیکھ لیا جو چیزوں کے درمیان پایا جاتا ہے (ایک مال کا دوسرے سے تبادلہ) وہاں مارکس نے وہ تعلق دیکھا جو لوگوں کے درمیان ہوتا ہے۔مالوں کا باہمی تبادلہ اس بندھن کو ظاہر کرتا ہے جو الگ الگ پیداوار کرنے والوں میں بازار کے ذریعے قائم ہوتا ہے۔روپیہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ بندھن زیادہ سے زیادہ قریبی ہوتا جاتا رہا ہے اور الگ الگ پیداوار کرنے والوں کی ساری معاشی زندگی کو ایک کل میں اس طرح جوڑتا جا رہا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بے تعلق نہیں ہو سکتے۔سرمایہ اسی بندھن کے اور آگے بڑھ جانے کی علامت ہے: آدمی کی محنت کی قوت ایک مال بن جاتی ہے۔اجرت پر کام کرنے والا اپنی محنت

کی قوت کو اس کے ہاتھ بیچتا ہے جو زمین کا، کارخانوں کا اور کام کے اوزاروں کا مالک ہے۔ مزدور کام کے دن کا ایک حصہ اس لاگت کے لئے کام کرنے میں لگاتا ہے جو خود اس کے اور گھربار کے خرچ کے لئے ضروری ہے (یہ ہے مزدوری یا اجرت)، جب کہ دن کا دوسرا حصہ وہ بغیر اجرت کے کام کرتا ہے اور سرمایہ کے لئے قدرِ زائد (Surplus-Value) پیدا کرتا ہے۔ جو نفع کا اصل سرچشمہ، سرمایہ دار طبقے کی دولت کا سرچشمہ ہے۔ قدرِ زائد کا نظریہ مارکس کے معاشی نظرے میں بنیاد کا پتھر ہے۔

مزدور کی محنت سے جو سرمایہ پیدا ہوتا ہے وہ چھوٹے مالکوں کا دیوالہ نکال کر اور بے روزگاروں کی فوج کھڑی کر کے مزدور کو دباتا ہے۔ صنعت میں تو بڑے پیمانے کی پیداوار کی جیت فوراً نظر میں آجاتی ہے لیکن زراعت میں بھی ہمیں یہی مظہر دکھائی دیتا ہے: بڑے پیمانے کی سرمایہ دارانہ زراعت کی برتری بڑھتی جاتی ہے، مشینری کا استعمال بڑھتا جاتا ہے، کسانوں کی معیشت نقد سرمائیکے شکنجے میں پھنستی اور نیچے گرتی جاتی ہے اور پسماندہ ٹیکنیک کے بوجھ تلے تباہ ہو جاتی ہے۔ زراعت میں چھوٹے پیمانے کی پیداوار کا زوال صنعت سے مختلف شکلیں اختیار کرتا ہے لیکن یہ زوال بہرحال ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔

چھوٹے پیمانے کی پیداوار کو تباہ کر کے سرمایہ اس راہ پر بڑھتا ہے کہ محنت کی کارگزاری کو بڑھائے اور بڑے سرمایہ داروں کی انجمنوں کے لئے اجارہ داری کی پوزیشن پیدا کرے۔ خود پیداوار زیادہ سے زیادہ سماجی ہوتی جاتی ہے۔ سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں مزدور ایک باقاعدہ معاشی ترکیب میں ایک دوسرے سے وابستہ ہو جاتے ہیں لیکن اس اجتماعی محنت کی پیداوار مٹھی بھر سرمایہ داروں کے قبضہ قدرت میں ہوتی ہے۔ پیداوار کا نراج بڑھتا ہے اور اسی کے ساتھ بحران بھی، منڈیوں کے لئے اندھادھند دوڑ ہوتی ہے اور عام آبادی کی زندگی احتیاج کا شکار ہو جاتی ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام، سرمائے پر مزدوروں کا دارومدار بڑھاتے ہوئے مشترکہ محنت کی زبردست طاقت پیدا کرتا ہے۔

مارکس نے سرمایہ داری کے ارتقا کا پتہ لگایا کہ وہ منڈی کے لئے مال تیار کرنے کی معیشت کے ابتدائی آثار سے، شروع کے سیدھے سادے تبادلے سے لے کر سب سے اعلیٰ شکل یعنی بڑے پیمانے کی پیداوار تک پھیلی ہوئی ہے۔

اور تمام سرمایہ دار ملکوں کا تجربہ، وہ نئے ہوں یا پرانے، مزدوروں کی سال بہ سال بڑھتی ہوئی تعداد کو صاف طور سے اس مارکسی تحقیق کی سچائی دکھا رہا ہے۔

سرمایہ داری تمام دنیا میں فتح حاصل کر چکی ہے لیکن یہ فتح صرف ایک پیش خیمہ ہے اس فتح کا جو محنت کو

سرمائے پر حاصل ہوئی ہے۔

3

جب جاگیرداری کا تختہ الٹا جا چکا اور خدا کی زمین پر ''آزاد'' سرمایہ دار سماج نمودار ہوا تو ساتھ ہی یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ اس آزادی کا مطلب ہے محنت کشوں کو دبانے اور ان کی محنت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا نیا نظام۔ بہت سے اشتراکی نظریے بھی فوراً اس ظلم و جبر کے عکس اور اس کے خلاف احتجاج کے طور پر ابھرنے لگے۔ لیکن شروع شروع کا سوشلزم خیالی (یوٹوپیائی) سوشلزم تھا۔ وہ سرمایہ دار سماج کی نکتہ چینی کرتا تھا، اس پر لعنت و ملامت کرتا تھا، اس کی بربادی کا خواب دیکھتا تھا، ایک بہتر نظام کے تصور میں کھو جاتا اور دولت مندوں کو قائل کرنے کی سخت کوشش کرتا تھا کہ دوسروں کی محنت سے ناجائز فائدہ اٹھانا غیر اخلاقی حرکت ہے۔

لیکن خیالی سوشلزم کے بس کی بات نہ تھی کہ وہ اصلی راستہ دکھا سکے۔ سرمایہ داری میں اجرتی غلامی کا لب لباب وضاحت کے ساتھ بیان کرنا، یا سرمایہ داری کی نشو و نما کے قاعدے قانونوں کو دریافت کرنا یا اس سماجی طاقت کی جانب اشارہ کرنا، جو نئے سماج کو جنم دینے کی صلاحیت رکھتی ہے، اس خیالی سوشلزم کے بس سے باہر تھا۔

اسی اثنا میں طوفانی انقلابوں نے، یورپ کے ہر جگہ اور خاص طور پر فرانس میں جاگیرداری، کسان غلامی (Serfdom) کے ڈھے جانے کے ساتھ برپا ہوئے، زیادہ سے زیادہ وضاحت کے ساتھ جتا دیا کہ طبقوں کی جدوجہد تمام ارتقا کی بنیاد کا اور اسے آگے بڑھانے والی قوت کا کام کرتی ہے۔

جاگیردار طبقے پر سیاسی آزادی کی ایک بھی فتح ایسی نہ تھی جو سخت مقابلے کے بغیر حاصل ہوئی ہو۔ ایک بھی سرمایہ دار ملک ایسا نہ تھا جو کم و بیش آزاد اور جمہوری بنیاد پر قائم ہوا اور جس کی نشو و نما سرمایہ دار سماج کے مختلف طبقوں میں موت و حیات کی جنگ کے بغیر ہوگئی ہو۔

مارکس کی گہری بصیرت اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ سب سے پہلے وہی اس سے نتائج اخذ کر سکے اور ان نتائج کو جو دنیا کی تاریخ سے نکلتے ہیں استقلال اور تسلسل کے ساتھ منطبق کر سکے۔ یہ کلیہ طبقاتی جدوجہد کا نظریہ ہے۔

لوگ ہمیشہ سیاست میں دھوکا دے کر بے وقوف بنائے گئے ہیں اور خود بے وقوفی کا شکار ہوتے رہے ہیں اور اس وقت تک یہی ہوتا رہے گا جب تک کہ وہ یہ پتہ چلانا نہ سیکھ لیں کہ تمام اخلاقی، مذہبی، سیاسی اور سماجی لفاظیوں، اعلانوں اور وعدوں کے پس پردہ کسی نہ کسی طبقے کے مفاد پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اصلاحوں اور ترقیوں کے مبلغوں کو پرانے نظام کے حامیوں کی طرف سے ہمیشہ بے وقوف بنایا جائے گا۔ جب تک وہ یہ محسوس نہ کر لیں کہ ہر پرانا ادارہ، چاہے وہ کتنا ہی وحشیانہ اور فرسودہ نظر آتا ہو، لیکن اسے کچھ قوتیں ہی چلائے رکھتی ہیں۔ اور ان طبقوں

کی رکاوٹ کوتوڑنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہمارے گرد جو سماج ہے اسی سماج میں ان قوتوں کا پتہ لگایا جائے اورانہیں تربیت دی جائے، ان قوتوں کو جدوجہد کے لئے تیار کیا جائے کہ وہ ایک ایسی طاقت بن جائیں جو پرانے کو صاف کر کے نئے کو جنم دینے کے قابل ہو۔ اور اپنی سماجی حیثیت کی بنا پر ان قوتوں کو ایک ایسی طاقت بننا ہی پڑے گا۔

مارکس کی فلسفیانہ مادیت ہی نے پرولتاریہ کو اُس روحانی غلامی سے نکلنے کا راستہ دکھایا جس میں تمام دبے ہوئے طبقے اس وقت تک پستے چلے آئے تھے۔ مارکس کا ہی معاشی نظریہ ہے جس نے سرمایہ داری کے عام نظام میں پرولتاریہ کی صحیح پوزیشن جتائی۔

پرولتاریہ کی آزاد تنظیمیں ساری دنیا میں امریکہ سے جاپان تک، سویڈن سے جنوبی افریقہ تک بڑھتی پھیلتی جارہی ہیں پرولتاریہ اپنی طبقاتی جدوجہد چلا کر زیادہ تعلیم وتربیت یافتہ اور باخبر ہوتا جارہا ہے، وہ بورژوا سماج کے تعصّبات کے جالوں سے نکلتا جارہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ متحد ہوتا جارہا ہے اور سیکھ رہا ہے کہ اپنی کامیابیوں کو کیسے ناپے۔ پرولتاریہ اپنی قوتوں کو فولادی بنارہا ہے اور اس طرح بڑھ رہا ہے کہ اسے روکنا ممکن نہ ہوگا۔

پرسویش چینیے، شمارہ3۔ مارچ1913۔
لینن کا مجموعۂ تصانیف، جلد23،

اس اقتباس کو مارکسسٹس انٹرنیٹ آرکائیو کے لیےابن حسن نے ترتیب دیا۔
کمپوزنگ:نوید، سجاد شاہ، احسن، امان اللہ، ابن حسن
نظر ثانی ترجمہ:ابن حسن
پروف ریڈنگ:ابوذر وسیم
اپنی رائے اور تجاویز کے لیے درج ذیل پتے پر رابطہ کریں۔
hasan@marxists.org